

تفسیر مائیدی یا تاویلات اہل السنہ

(۱۱)

• محمد صغیر حسن معصومی

و قوله: ”وكان من الكافرين“ اور كفرون (اللہ کے لافسانوں) میں سے ہو گیا۔ یعنی (کافر) ہو گیا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”انه كان فاحشة“ (النساء: ۲۲) بے شک وہ بدکاری تھی، نیز ”فكان من الفاوتين“ (الاعراف: ۱۷۰) گمراہوں میں سے ہوا، بعض کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ (ابلیس) جلد ہی کفر کرے گا۔

و قوله: ”و قلنا يا آدم اسكن انت و زوجك الجنة“ اور ہم نے کہا اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔

ہم پیشتر یہ ذکر کر چکے ہیں (آیت پاک ”لهم جنات تجري من تحتها الانهار“ کے تحت) کہ جنت ایسے قطعہ (ارضی) کا نام ہے جو درختوں سے، قسم قسم کے پودوں اور پھل والے پیڑوں سے گھرا ہو۔ اسی طرح لوگوں میں یہ بھی مشہور ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ ہر قطعہ زمین کو بستان یا جنت نہیں کہتے تاوقتیکہ اس قطعہ زمین میں وہ سارے درخت اور پودے نہ ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

اب یہ معلوم نہیں کہ وہ جنت جس میں حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو رہنے اور مقیم ہونے کا حکم دیا گیا تھا وہی جنت ہے جس کا وعدہ اہل تقویٰ سے کیا گیا ہے یا دلیا کے باغوں میں سے ایک باغ تھا؟

کیونکہ آیت شریفہ میں اس کا بیان نہیں ہے۔

آیت پاک میں اس بات کی دلالت موجود ہے کہ شرط کے ذکر میں کبھی اضافہ (پوشیدگی) سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی ذکر کے بغیر شرط مذکور ہوتی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لا تجوع فیہا ولا تعری (طہ: ۱۱۸) (اس جنت میں نہ تم بھوکے رہو گے نہ لنگرے)، پھر بھوکے اور لنگرے ہو گئے۔ یہ اس وقت ہوا جب خطا سرزد ہوئی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ترک معصیت جنت میں رہنے کے لئے شرط تھی۔

غرض اللہ تعالیٰ کا حکم حضرت آدم اور ان کی بیوی کے لئے جاری رہا کہ جنت میں سکونت اختیار کریں، وہاں قیام کریں۔ اور دونوں کو جنت کے سارے درختوں کے پھل کھانے کا حکم تھا، البتہ ایک درخت سے ان دونوں کو منع کر دیا گیا کہ اس مخصوص درخت کا پھل نہ کھائیں اور حکم دیا گیا کہ اس سے باز رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان تھا: ”ولا تقربا هذه الشجرة“ اور تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ۔ اور یہی صورت ہے مبتلائے آزمائش کی کہ ایک چیز کا حکم دیا جاتا ہے اور ایک چیز سے منع کیا جاتا ہے۔

و قوله: ”و کلا منها رغدا حیث شئتما و لا تقربا هذه الشجرة“ اور تم دونوں جنت میں کشادگی اور آزادی سے کھاؤ جہاں اور جیسے چاہو اور اس (خاص) درخت کے قریب نہ جاؤ۔

”رغدا“ کا مفہوم ”سہل“ ہے۔ کہا جاتا ہے: ”ارغدا فلان“ جب اس پر (روزی) کی کشادگی ہوتی ہے اور اس کے مال میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور ”لا تقربا هذه الشجرة“ کا مفہوم ہے کہ اس درخت کا پھل نہ کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے قول ”و کلا منها“ سے واضح ہے کہ نزدیکی تناول تک پہنچا دیتی ہے۔ اور لغت (زبان و اصطلاح) اس بات کا انکار نہیں کرتی کہ کسی شئی کو اس کے سبب کا نام دیا جائے۔

پھر اس (مخصوص) درخت کے بارے میں اختلاف ہے :
 بعض لوگ کہتے ہیں کہ انگور کا درخت تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس
 میں شیطان کے لئے بڑا حصہ رکھا گیا ہے (اور اسی کا اثر ہے) کہ اس درخت
 کی وجہ سے حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام سے اپنے پروردگار کی نافرمانی
 سرزد ہوئی۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ درخت گیہوں کا پودا تھا اور یہی وجہ ہے
 کہ حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام اور ان کی اولاد کے لئے روز قیامت
 تک یہ غذا بنادیا گیا تاکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرنے اور
 نافرمانی کرنے کی سزا و جزا کا اندازہ قیامت تک لگاتے رہیں۔

نیز کہا جاتا ہے کہ یہ درخت شجرہ علم تھا کیونکہ ان کی شرمگاہ
 کے ظاہر ہونے سے ان دونوں کو ان کا علم ہوا، پہلے وہ (ایک دوسرے) کی
 شرمگاہ کا علم نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”بیت لہما سوآتھما،
 (الاعراف : ۲۲) دونوں کی شرمگاہیں ان کے لئے ظاہر ہو گئیں۔
 واللہ اعلم۔

اس ”شجرۃ“ کی ماہیت کے بارے میں کچھ کہنا بغیر وحی
 کے طریقے کے کسی طرح جائز نہیں، اور اس ”شجرۃ“ کے بارے میں کوئی
 وحی نہیں آئی، پس ایسی (قیاسی) باتوں پر کس طرح یقین کرنا جائز نہیں۔
 نیز اس درخت کے تناول کرنے سے منع وارد ہونے کی کئی وجہیں بیان
 کی جاسکتی ہیں :

۱۔ اس پر دوسرے کو ترجیح دینا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی
 شئی کے کھانے سے اس لئے منع کیا جاتا ہے کہ اس کی جگہ دوسرے کو
 اختیار کیا جاتا ہے۔

۲۔ کسی چیز کے کھانے سے منع کرنے کی وجہ کوئی بیماری ہو سکتی ہے جس سے ضرر پہنچنے کا ڈر ہو، ترجیح کی بنا پر منع وارد نہ ہوا ہو بلکہ اس پر رحم کھانے اور شفقت کے اظہار کے لئے (منع وارد ہوا ہو)۔

۳۔ کسی شے کو کھانے سے منع کرنا حرمت کی بنا پر ہو سکتا ہے۔ جب یہ باتیں ممکن ہیں تو ہو سکتا ہے کہ آدم و حوا علیہما السلام کو اس کے کھانے پر اکسایا گیا ہو کیونکہ انہیں شبہ ہوا اور وہ منع کرنے کی حقیقت کو جان نہ سکے کہ آیا یہ منع حرمت کی وجہ سے ہے، غیر کو اس پر ترجیح دینے کی وجہ سے ہے یا کسی بیماری کی وجہ سے ہے؟ اس لئے اگر دونوں کو علم ہوتا کہ یہ منع حرمت کی وجہ سے ہے تو دونوں ہرگز ہرگز نہ کھانے اور کبھی تناول نہ فرمائے۔ و باللہ التوفیق !

اس آیت مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انسان جب عیش و آرام اور خوشی کی حالت میں ہوتا ہے تو شیطان لعین پر اس کا عیش لہایت گراں گزرتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کے دلوں میں اس نے وسوسہ ڈالا تاکہ دونوں کی یہ خوشی کی حالت ان سے دور ہو جائے۔

انسان کو کشائش اور آرام کی زندگی دی جاتی ہے ابتلا و آزمائش کے لئے، بعد میں اپنے ہاتھوں کے کئے ہوئے کرتوتوں کی وجہ سے سختیوں اور مصیبتوں کا شکار ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم (سورة الشوری، ۳۰)** اور جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں سے تم کو پہنچتی ہے۔

یہ آیت مبارکہ بعض نقشب اختیار کرنے والوں اور مذہبی باتوں میں سختی کرنے والوں کا، جو اچھی چیزوں اور زینت اور حلال آرائش کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں، رد کرتی ہے۔

و قوله: ”فَنَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ“ پس دونوں ظالم (حد سے گزرنے والے) ہو جاؤ گے۔ یعنی اپنا نقصان کرنے والے ہو جاؤ گے، اس لئے کہ ہر ظالم اپنے کو دونوں جہان (دنیا اور آخرت) میں نقصان پہنچاتا ہے (ظلم کا انجام ظلم کرنے والے کی طرف لوٹتا ہے)۔

و قوله: ”فَازِلْهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا“۔ تو شیطان نے ان دونوں کو جنت سے دور کر دیا۔ یعنی ان دونوں کو دعوت دی اور اس طرح ابھارا کہ ان سے لغزش سرزد ہوئی، جو جنت سے نکلنے کی سوجب ہوئی۔ یہ بات نہ تھی کہ شیطان ان دونوں کے نکلنے اور لغزش میں ڈالنے پر قدرت و اختیار رکھتا تھا۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں (۱) کہ اشیاء کا نام ان کے اسباب کے نام پر ہوتا ہے یا اسباب کو اشیاء کے نام سے پکارتے ہیں، ہر زبان کی لغت میں یہ ظاہر اور معروف ہے اور کسی شئی کو اس کے سبب کے نام سے ذکر کرنا مستمع نہیں ہے۔

لوگوں نے اس پر بھی کلام کیا ہے کہ اس ”شجرہ“ سے آدم علیہ السلام کو کیا ملا، اور اس سے منع کرنے کی کیا وجہ تھی؟ چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس درخت کو انہوں نے کھایا اور اللہ کے ذکر سے نسیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عہد کو بھول گئے۔ کچھ دوسرے لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے۔

حضرت حسن بصری نے چند وجوہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان کو ’نسیان تضحیح‘ اور ’اتباع ہوا‘ سے تعبیر کیا ہے ’نسیان ذکر‘ سے نہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس نسیان سے جو ترک ذکر ہے عفو جاری ہوا، اس نسیان پر عصیان کا اطلاق نہیں ہوتا، حالانکہ آدم علیہ السلام کو عصیان کا مرتکب قرار دیا گیا اور اس کی سزا دی گئی۔ چنانچہ

(۱) ”ولا تقرأ هذه الشجرة“ کی تفسیر کے تحت کہیں چکا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : . و عصى آدم ربه فغوى (سورۃ طہ : ۱۲۱) آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار کے حکم کو نہیں مانا اور وہ گمراہ ہوئے ساتھ ہی ان کو ظالم قرار دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ”فَنَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ“ ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آدم علبہ السلام کے دشمن نے ان کو یاد دلایا کہ وہ بھولے ہوئے تھے، چنانچہ اس نے ان سے کہا ”آپ دونوں کو آپ کے رب نے اس درخت سے منع نہیں کیا (الاعراف : ۲۰) الآية۔ پھر اللہ تعالیٰ کا قول ہے : و قاسمهما (الاعراف : ۲۱) اور شیطان نے ان دونوں کے آگے قسم کھائی۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ”فَدَلَاهُمَا بِغُرُورٍ“ (الاعراف : ۲۲) پھر دھوکے سے ان دونوں کی (غلط) رہنمائی کی۔

”اگر نسیان ذکر، ہوتا تو ہرگز دونوں قسم سے دھوکا نہ کھاتے اور نہ گمراہ ہوتے۔ اور نہ یہ بیان کیا جاتا کہ شیطان نے ان دونوں کو لغزش میں ڈالا۔ وغیرہ وغیرہ۔

پس یہ بات ثابت ہے کہ یہ ”نسیان تضييع“ تھا (اور اتباع ہوا تھی) اور یہ نسیان اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جس معنی میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے : ”و كَذٰلِكَ اَيُّومَ تَنْسِي“، (طہ : ۱۲۶) اور اسی طرح تم آج بھلائیے جاؤ گے۔ نیز اللہ کا قول ہے : ”فَالْيَوْمَ نَنسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا“، (الاعراف : ۵۱) تو آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کے ماننے کو بھلا دیا۔ اسی طرح کی مزید آیتیں ہیں جن میں نسیان کا ذکر ہے اور یہ نسیان ضائع کرنے کے معنی میں ہے۔ ”نسیان تضييع“ اس لئے نام رکھا گیا کہ ہر بھولی ہوئی چیز ستروک ہوتی ہے، اور لازم کو ترک کرنا ضائع کرنا ہے، یا یہ نام اس لئے ہے کہ (ص : ۱۱۱) اللہ تعالیٰ کی حلال نعمت سے غفلت برتی گئی اور اس کو بھلا دیا گیا۔ اس لئے یہ نام دیا گیا۔ انہیں قبیل سومن کے گناہ کو حلال کردہ اشیاء سے نادانستگی کی وجہ سے گناہ کہا

جاتا ہے کہ اپنے فعل کی حقیقت کو نہ جاننے کی وجہ سے۔
 یا "لسان تطبیح"، اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے مقصود پروردگار
 کی نافرمانی نہیں تھی۔ یا دوسرے لفظوں میں شیطان کی اطاعت نہ تھی۔
 نسیان کی حقیقت کو تو نہیں البتہ اس کے بعض وجوہ کی اسی طرح
 تعبیر بیان کی جا سکتی ہے، جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ آدم علیہ السلام
 نسیان کے مرتکب ہوئے تو وہ لوگ نسیان کا مفہوم چند طریقوں سے بیان کرتے
 ہیں :-

۱۔ چونکہ آدم علیہ السلام اور ان کے دشمن کے درمیان کثرت سے
 باتیں ہوئیں اور بار بار افہام و تفہیم کی نوبت آئی اس لئے حضرت آدم علیہ
 السلام کا دل اس طرف متوجہ ہوا کہ شیطان کے فریب کا کس کس طرح دلاخ
 کیا جا سکتا ہے اور ان اسباب پر غور کرنے لگے جن سے اس کے مکر و فریب
 سے نجات حاصل ہو جائے۔ اور اس کی مکاریوں سے چھٹکارا مل جائے۔ یہاں تک
 کہ (ان افکار و خیالات میں) اپنے عہد کو بھول گئے۔

۲۔ دوسری وجہ کثرت اشغال ہے جو آنکھوں دیکھی چیزوں سے اوہام
 و افکار کو دور کر دیتی ہیں، (یہاں نسیان (درحقیقت) اسور میں حد سے
 تجاوز کرنے کا نام ہے اور عفو و درگزر کا سبب ہے، کیونکہ نسیان کا مرتکب
 حکمت سے باہر نہیں ہوتا۔ اور اس مثال میں یہ بات معلوم ہے کہ جو شخص
 کسی کام میں منہمک ہے اور اس کی نگہبانی اور خیال میں لگ جاتا ہے تو
 اس کو پورا کرتا ہے اور اگر دوسری شغولیوں کے ساتھ اس کو انجام دینا
 چاہتا ہے تو مشکل پیش آتی ہے بلکہ بسا اوقات یہ کام خفا میں پڑ جاتا ہے
 (اور اس سے غفلت طاری ہو جاتی ہے)۔

حضرت آدم علیہ السلام کے عقاب کے جواز اور ان کی عصیان کو عصیان
 سے تعبیر کرنے کی چند وجہیں بیان کی گئی ہیں :

پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام طرح طرح کے آزمائشوں میں مبتلا نہیں کئے گئے تھے، اگر ایسا ہوتا تو ان کے لئے یاد رکھنا مشکل ہوتا۔ آزمائش صرف ایک تھی کہ ایک خاص درخت کو اٹاؤ کر کے بتایا گیا کہ اس سے دور رہیں۔ ایسی حالت میں جائز ہے کہ انہیں بخود نہ سمجھا جائے۔

ص ۱۱۲۔ اسی طرح نسیان کا عذر ایسی مثالوں میں اس وقت قابل قبول ہوتا جب کہ اس قسم کے واقعات کثرت سے ہوتے اور ان میں مبتلا کئے جاتے۔ چنانچہ نماز کی حالت میں سلام کرنا قابل عذر سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح جانور دبح کرتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ پڑھنا قابل معافی ہے اور اسی طرح بہت سی مثالیں ہیں۔ البتہ نماز کی حالت میں کھانا یا حج کے موقع پر بیوی سے ہم بستری وغیرہ قابل عذر نہیں۔ زیر بحث صورت میں یہی حکم ظاہر ہے۔

